

## اصنافِ نظم بہ لحاظِ موضوع

### حمد

حمد کے معنی اللہ تعالیٰ کی تعریف کے ہیں۔ اصطلاح میں حمد وہ نظم ہوتی ہے جس میں باری تعالیٰ کی صفات اور عظمت و قدرت کا بیان ہوتا ہے اور اس کی ہمہ پہلو تعریف کی جاتی ہے، حمد کا موضوع اتنا ہی وسیع اور متنوع ہے جس قدر رحمہ اور اُس کی کائنات۔ گویا اس کی وسعت کی کوئی انتہا نہیں ہے۔

حمد کے لیے کوئی ایک بحر، وزن یا میت متعین نہیں۔ حمد مختلف میتوں میں لکھی گئی ہے، بعض جدید شعرا نے آزاد نظم کی میت میں بھی حمدیں لکھی ہیں۔ ذاتِ باری تعالیٰ کے لیے محبت و عشق کا جذبہ حمد کا محرک ہوتا ہے لہذا ضروری ہے کہ :

(۱) حمد رسمی نہ ہو بلکہ شاعر، ذاتِ باری تعالیٰ کے عشق میں ڈوب کر

لکھتے۔

- (۲) حمد کی زبان پانچویں اور اظہار کی سے اور پانچواں ہے۔  
 (۳) شاعر کا لہجہ اشدائی ہو تو وہ اور سنگسار ہو جائے اور اگر لہجہ  
 ہنس سے شان الہی میں گشتاوی یا سوز و ادب کا پتلا ہو  
 (۴) شاعر خدا کی عظمت و رحمت بیان کرنے کے بعد اس سے شکر  
 اور امانت کی بھلائی کی دعا اسے کرتے۔

حمد و شاعری کی قدیم ترین صفت ہے، انہی ہی پرانی عبادتوں  
 شاعری۔ قدیم شعرا کے ہاں ہر دیوان، مثنوی اور مجموعہ کا نام آغاز  
 سے ہوتا تھا۔ یہ روایت اس قدر چلتی اور گہری تھی کہ چند شعرا اور  
 نگاروں نے بھی اس سے انحراف نہیں کیا، ہر دیوان کی پہلی غزل حمد و شاعری  
 اور ہر مثنوی میں آغاز قصہ سے پہلے مثنوی نگار حمد کرتا تھا۔ شعرا نے اپنے  
 خاص الگ حمدیں بھی کہی ہیں۔ نرتی پسند تحریک نے ادب میں فتنہ مچا دیا  
 روحانی روایات کے خاتمے کی کوشش کی اس سے دور جدید کے بدعنوان  
 حمد کہنے کی سعادت سے محروم رہے۔ دور جدید کے ایک شاعر باقی  
 مرحوم کی ایک حمد ملاحظہ ہو:

تو قادر مطلق ہے، یہی وصف ہے تم کیا  
 آگے کرے اک بندہ ناچیز رستم کیا



تو حلق کو نہیں ہے تو حاصلِ کوہین  
 ہے جس پہ نظر تیری اُسے کوئی ہو غم کیا  
 تو اپنے گنہگار کو تو منیق عمل دے  
 ہوتا ہے زباں سے سر تسلیم بھی خم کیا  
 یہ رنگِ غم زیست، یہ اندازِ غم جاں  
 دنیا کی تمّت میں نکل جائے گا غم کیا  
 اک سجدہ کیا میں نے فقط شعر کی صورت  
 ورنہ مری تخیل ہے کیا، سیرِ اقلیم کیا

## نعت

نعت وہ صنفِ نظم ہے جس میں رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم  
 کی ذات، صفات، اخلاق اور شخصی حالات وغیرہ کا بیان ہوتا ہے اور  
 آپ کی ہمہ پہلو مدح کی جاتی ہے، نعت درحقیقت ایک مسلمان کی، آں  
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس سے والہانہ عقیدت و محبت کے  
 اظہار کی ایک شکل ہے۔ آپ کے ایک فرمان کے مطابق آپ کی ذات  
 سے ایک مسلمان کی محبت، دُنیا کی تمام محبتوں اور تعلقات، بشمول والدین،

اہل و عیال حتی کہ اپنی جان تک سے محبت پر فائق ہونی چاہیے۔ اس اعتبار سے نعت کے سوز و رنگ اور سو مضمون ہیں، موضوع کے اعتبار سے اس کی وسعت اور رنگارنگی کی کوئی انتہا نہیں ہے، دنیا کی کوئی بھی ایسی زبان جس میں مسلمانوں نے شاعری کی ہو، نعت سے خالی نہیں۔ اردو شاعری میں حمد کی طرح، نعت کی روایت بھی بڑی نچتہ ہے۔

موضوع کی وسعت اور تنوع کے پیش نظر نعت کی کوئی مخصوص مقرر ہدایت نہیں۔ نعت اک رنگ کا مضمون ہو تو سوڈ رنگ سے باندھوں کے مصداق ہر ہدایت میں لکھی گئی ہے۔ شعرائے قدیم مثنوی کے آغاز میں حمد کے بعد نعت کہتے تھے۔ نعتیہ قصیدے بھی بکثرت لکھے گئے، نعتیہ مسدس اور رباعی کا ذخیرہ بھی موجود ہے۔ بعض شعرا نے آزاد نظم کی ہدایت میں نعتیں لکھی ہیں۔

ایک اچھے نعت گو کے لیے حمد اور نعت کے درمیان حد فاصل قائم رکھنا ضروری ہے۔ یہ ایک نازک مقام ہے اور اس کے لیے مہارت فن کی ضرورت ہے۔ پھر غلو سے اجتناب ضروری ہے۔ آل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی سے کوئی ایسی صفت وابستہ نہ کی جائے جو صفت باری تعالیٰ ہو۔ مبادا شاعر کا دامن شرک سے آلودہ ہو۔ نعت گوئی کے ضمن میں



مجھ پہ بھی ایک نظر  
مجھ کو بھی دیکھے کبھی  
میرے ہونے کا پتا  
یا نبی صلی علیہ - یا نبی صلی علیہ

## غزل

غزل اردو کی مقبول ترین صنفِ شعر ہے۔ غزل کے لغوی معنی عورتوں یا عورتوں کے متعلق گفتگو کرنا ہیں۔ ہرن کے منہ سے بوقتِ خوف جو درد ناک چیخ نکلتی ہے، اسے بھی غزل کہتے ہیں۔ اس نسبت سے غزل وہ صنفِ شعر ہے جس میں حسن و عشق کی مختلف کیفیات کا بیان ہو اور اس میں درد و سوز بہت نمایاں ہو۔ اصطلاحاً غزل کی مختلف تعریفیں کی گئی ہیں جن کا مفہوم یہ ہے کہ غزل کے ہر شعر میں ایک مکمل مفہوم ادا ہوتا ہے۔ ہر شعر اپنا اپنا الگ مفہوم دیتا ہے۔

پوری غزل ایک بحر میں ہوتی ہے۔ غزل کا مطلع ہونا ضروری ہے۔ مطلع کے دونوں مصرعے ہم قافیہ و ہم ردیف ہوتے ہیں۔ یعنی پوری غزل ہم قافیہ و ہم ردیف (یا صرف ہم قافیہ) ہوتی ہے۔ باقی اشعار کے صرف دوسرے مصرعوں میں قافیہ ہوتا ہے۔ بعض غزلیں غیر مردف



(بغیر ردیف کے) بھی ہوتی ہیں۔ غزل کے آخری شعر (مقطع) میں شاعر بالعموم اپنا تخلص استعمال کرتا ہے۔ بعض غزلوں کے درمیانی شعروں میں بھی تخلص لایا جاتا ہے، غرض ایسے امور میں غزل گو کو کسی قدر آزادی ہوتی ہے۔

پرانے زمانے میں ایک غزل کے اشعار کی تعداد بالعموم پانچ سے ستر تک ہوتی تھی لیکن طویل غزلوں کی مثالیں بھی ملتی ہیں۔ غزل گو ایک غزل کے بعد اسی بحر اور ردیف قافیہ میں دوسری غزل کہہ لیتا تھا جسے دو غزلہ کہتے تھے۔ بعض شعرا نے سہ غزلہ اور چار غزلہ بھی لکھا ہے۔ انشا کے ہاں نو غزلہ بھی ملتا ہے، مگر جدید شعرا غزل میں تعداد اشعار کی قید کو ایک بے معنی چیز سمجھتے ہیں۔

عشق و عاشقی، غزل کا سب سے بڑا موضوع ہے اور عموماً غزل میں حسن و عشق کی مختلف کیفیات (مثلاً درد و غم، سوز و گداز، ہجر و وصال، محبوب کا ظلم و ستم، اس کی بے وفائی اور ناز و ادا وغیرہ) کا بیان ہوتا ہے تاہم غزل میں اتنی وسعت، رنگارنگی اور تنوع ہے جتنی خود زندگی یا کائنات متنوع اور وسیع ہے۔ اس ہمہ گیری کے سبب غزل میں مذہبی، سیاسی، معاشرتی، تہذیبی، اخلاقی، فلسفیانہ، حکیمانہ اور عاشقانہ موضوعات و مسائل پر اظہار خیال کیا جاتا ہے۔ یوں معنی کے اعتبار سے



اُردو غزل کا مستقبل شاندار اور روشن ہے۔ کیونکہ اس میں بڑی  
تغیر پذیری اور لچک موجود ہے۔ اس سلسلے میں اُردو ادب کے ایک  
شمیم احمد نے بڑی پتے کی بات کہی ہے۔ ”اگر اُردو شاعری کبھی زندہ  
تو غزل کے ساتھ ہی زندہ رہے گی۔ لوگ خواہ کتنے ہی دعوے کیوں نہ کریں  
اور نظم میں چاہے جتنا بڑا ذہن چلا جائے لیکن کوئی آدمی تنہائی میں کوئی  
گنگناٹے گا تو وہ غزل ہی کا ہو گا، نظم کا نہیں۔“

غزل کے بعض منتخب اشعار:

وہی اس گوہر کا نسیب کا واہ کیا کہن  
مے گھر اس طرح آوے بے جوں سینے میں آوے

(نک)

یاد اس کی اتنی خوب نہیں میر باز آ

(میس)

نادان پھر وہ جی سے بھٹلایا نہ جائے گا

چلی بھی جابر بن غنچہ کی صدا پر نسیم

کہیں تو قافلہ نو بہار ٹھہرے گا

(مصطفیٰ)

درو کچھ معلوم ہے یہ لوگ سب

کس طرف سے آئے تھے کیدھر چلے

(درد)